JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

ORCID of the Journal: https://orcid.org/0009-0000-0723-9485
DOI Number of the Paper: https://zenodo.org/records/12676626
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH, 4(3) Jul-Sep 2024
Link of the Paper: https://jar.bwo-researches.com/index.php/jarh/article/view/455
HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH (HEC-Recognized for 2023-2024)

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اُردُو تنقیدکا تجزیاتی مطالعہ

AN ANALYTICAL STUDY OF DR. TAHIR TONSVI'S URDU CRITICISM

Author 1:	**Dr.Qamar Abbas,** Lecturer, Department of Iqbal Studies, The Islamia University, Bahawalpur, Pakistan, Email: dr.qamarabbas@iub.edu.pk
Corresponding & Co-Author 2:	**Dr. Muhammad Asghar Sail,** Assistant Professor, Department of Iqbal Studies, The Islamia University, Bahawalpur, Pakistan, Email: muhammadasghar@iub.edu.pk
Co-Author 3:	**Dr. Ahmad Hussain Haadi,** Lecturer, Department of Urdu/Hindi, Asian Languages Institute, Houston, Texas, USA, Email: drahhnd@gmail.com

Paper Information

Citation of the paper:
(JARH) Qamar, A., Asghar, S. M., & Hussain. H. A. (2024). An Analytical Study of Dr. Tonsvi's Urdu Criticism. In *Journal of Academic Research for Humanities*, 4(*3*), 11–22B.

QR Code for the Paper:

Subject Areas for JARH:
1Lagnguage & Literature
2 Humanities

Timeline of the Paper at JARH:
Received on: 24-04-24
Reviews Completed on: 26-06-24
Accepted on: 1-07-24
Online on: 4-07-24

License:
Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized for BWO-R:
HJRS HEC Journal Recognition System

Published by BWO Researches INTL.:
BWO RESEARCHES (PVT) LTD INTERNATIONAL

DOI Image of the paper:
DOI 10.5281/zenodo.12676626

Abstract

Dr. Tahir Tonsvi is a distinguished luminary in the field of Urdu language and literature, celebrated for his extensive contributions as a researcher, critic, and poet. His prolific body of work, encompassing over seventy-seven books and a hundred articles, has significantly shaped Urdu research and criticism. Among his critical endeavors, he has authored fourteen major publications, including nine collections of critiques and five seminal books. Dr. Tonsvi's incisive prefaces to numerous literary works further demonstrate his profound critical insight. Central to his approach is the contextualization of literature, life, and the artist within the broader framework of universal human values. His criticism is noted for its natural, innovative, and accessible style, with evocative and creative titles that make complex ideas approachable. Through his works, readers can navigate the rich terrain of Urdu literature, exploring its socio-political contexts and gaining a deeper understanding of literary creations and their creators. This article provides a concise evaluation of Dr. Tahir Tonsvi's seminal contributions to Urdu criticism, focusing on his major publications and prefaces. Introducing and analyzing these works aims to elucidate the distinctive dimensions of his critical approach and the enduring significance of his scholarly endeavors.

Keywords: Dr. Tahir Tonsvi, criticism, literature, values, socio-political.

تعارف

پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف میں آنکھ کھولنے والے حفیظ الرحمان المعروف ڈاکٹر طاہر تونسوی اردو زبان و ادب کے نامور محقق، نقاد اور شاعر کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔ انھوں نے اردو تحقیق و تنقید کے میدان میں قابل قدر خدمات سر انجام دیں تنقید ان کی ادبی خدمات کی ایک نمایاں اور اہم جہت ہے۔ نقد ادب کے حوالے سے ان کا کام گرانقدر اور قابل توجہ ہے۔ ان کے تنقیدی سرمائے میں تنقیدی مضامین کے مجموعے (تجزیئے، رجحانات، ہم سخن فہم ہیں، لمحہ موجود ادب اور ادیب، تحقیق و تنقید: منظر نامہ، افکار و تجزیات، تذکرہ کتابوں کا، نیا افسانہ اور قاری، مضامین و مقالات) تنقیدی کتب (ہمسفر بگولوں کا، جہت ساز قلمکار۔ ڈاکٹر سلیم اختر، جہت ساز دانشور۔ ڈاکٹر عرش صدیقی، وہ میرا محسن وہ تیرا شاعر، جہت ساز تخلیقی شخصیت: ابوالامتیاز ع مسلم) اور دیباچے، مقدمے، تبصرے اور فلیپ اہم ہیں۔ انھوں نے متنوع موضوعات کی بے شمار ادبی کتب کے دیباچے تحریر کئے جو ان کی تنقیدی جہات کے عکاس ہیں۔ انھوں نے ادب زندگی اور فنکار کو آفاقی اقدار کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے بامعنی، دلکش اور تخلیقی عنوانات کے ذریعے اپنی تنقیدات کو عام فہم، فطری اور شگفتہ بنایا۔ ان کی تنقید میں پورے ادبی منظر نامے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ادب پارے کو سیاسی، سماجی اور تہذیبی ناظر میں پرکھنا، فن پارے اور فنکار کو یکساں اہمیت دینا، مختلف دبستان تنقید سے استفادہ، سادہ، رواں مختصر اور تخلیقی جملوں کا استعمال ان کے تنقیدی اسلوب کے نمایاں خصائص ہیں۔

طریق تحقیق

ہر ناقد اپنے مخصوص انداز میں شعری و نثری تخلیق کا جائزہ لیتا ہے۔ اکثر نقاد کسی نہ کسی نظریہ کے تحت ادبی فن پارے کو پرکھتے ہیں۔ عموماً تاثراتی، تاریخی، جمالیاتی اور ساختیاتی نظریاتِ تنقید کی روشنی میں قدر و قیمت اور معیار متعین کیا جاتا ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں تجزیاتی طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی نظریات اور اسلوب کو جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقاصد تحقیق

1۔ اردو تنقید کی روایت کا اجمالاً جائزہ لینا
2۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقیدی بصیرت کا جائزہ لینا
3۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے اسلوبِ تنقید کا جائزہ لینا
4۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقیدی کتب کا جائزہ لینا
5۔ تنقیدی شعور کا جائزہ لیتے ہوئے نقاد کے تحلیلِ نفسی کے ذریعے فن و فکر کی وضاحت کرنا
6۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی کام کا معیار متعین کرنا

مفروضات

حالی سے طاہر تونسوی تک تنقید کی ضرورت ایک مسلّم حقیقت ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے تخلیقی عمل میں تحلیلِ نفسی کے ذریعے تخلیق کار کے فکری و فنی خدوخال کو پیش کیا ہے۔ تدوین سے ہٹ کر اُن کا تنقیدی شعور عمیق تھا۔ انھوں نے تنقید کو عام فہم اور مفید بنایا ہے تاکہ قاری بخوبی استفادہ کر سکے۔ اپنے مختلف دبستانِ تنقید سے تعلق کی بنا پر انھوں نے خاص طور پر مختصر جملوں میں منفرد اسلوبِ تنقید وضع کیا ہے۔

تحقیقی سوالات

1۔ اردو تنقید میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کا کردار کیا ہے؟
2۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی نظریات کیا ہیں؟
3۔ اردو تنقیدی روایت میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

سابقہ تحقیقی مواد:

اردو تنقید کا باقاعدہ آغاز مولانا الطاف حسین حالی سے ہوا۔ انھوں نے مقدمہ شعر و شاعری، میں اردو شاعری کے تنقیدی اصول وضع کیے۔ یہ پہلا مرحلہ تھا کہ روایت سے ہٹ کر تنقیدی سلسلہ جاری ہوا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے تذکروں کے ذریعے لسانیات، شاعری، تاریخ اور سوانح کے لیے بنیادی مواد فراہم کیا۔ علامہ شبلی

نشیں میں کردار نگاری کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ ماسٹر صاحب کا کردار اجتماعی شعور، حق کی خاطر قربانی اور فتح کی علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔ دوسری طرف چودھری آمریت اور رجعت پسند قوتوں کی علامت ہے ۔ وہ اس مدرسے کی زمین کو اپنے باغ کی توسیع کے لئے خریدنا چاہتا ہے اور رجعت پسندی کے سارے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے" (طاہر تونسوی،۱۹۷۹ء، ص ۱۲۶) ۔ "پوری کتاب تنقید، تجزیہ اور تبصرے کی حدوں کو پار کرتی ہوئی ایک نئے انداز کے ادبی مطالعوں کا سا لطف پیدا کر دیتی ہے اور زیرِ بحث تخلیق کاروں کو سمجھنے اور ان کی تخلیقات کے لئے نئی تخلیق کی دریافت میں معاون بن جاتی ہے " (شہزاد بیگ، ۲۰۰۵ء، ص ۹۳) ۔ "رجحانات" ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ مکتبہ عالیہ لاہور نے دسمبر 1987ء میں شائع کیا۔"رجحانات" میں کل تیرہ (۱۳)مضامین ہیں۔ ایک مضمون شاعری باقی تمام نثر کے حوالے سے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی اپج اور تنقیدی بصیرت کے حامل یہ مضامین تاریخ، لسانیات ادبی صورتِ حال اور شخصی تجزیات کے حوالہ سے اہم ہیں۔ مجموعے میں تحقیق و تنقید کی یکجائی دیکھی جا سکتی ہے۔ مصنف نے فن اور شخصیت دونوں حوالوں سے تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ یہ مجموعہ معاصر ادب پر ایک اہم دستاویز ہے اور متنی مطالعہ کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کا واضح عکاس ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور شگفتہ ہے جو قاری کو غور فکر کرنے کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔ اور اسے اکتاہٹ اور بوجھل پن بھی محسوس نہیں ہوتا۔ عطاالحق قاسمی لکھتے ہیں: "مجھے طاہر تونسوی کی تنقید کی پہلی بات یہی اچھی لگی ہے کہ ان کی تحریر پیوست زدہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک شگفتہ اور تخلیقی نثر لکھنے پر قادر ہیں اور "رجحانات" میرے اس دعوے کا بین ثبوت ہے" (عطا الحق قاسمی، نوائے وقت، ۵ مئی ۱۹۸۸ء) ۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی مقالات کا مجموعہ "ہم سخن فہم ہیں" یونیورسل بکس لاہور نے 1989ء میں شائع کیا۔ "ہم سخن فہم

نعمان نے "شعر العلم " کے ذریعے شاعری پر معیاری تنقید پیش کی۔ امداد امام اثر، عبدالرحمن جنوری اور مولوی جنوری نے مزید اضافہ کیا۔ نیاز فتح پوری نے تنقید کو جدید تر نظریات و تصورات سے مزین کیا۔ بیسویں صدی کے ناقدین کا جائزہ لیا جائزے تو مجنوں گورکھ پوری، اختر حسین رائے پوری، کلیم الدین احمد، احتشام حسین ، آل احمد سرور، اسلوب احمد انصاری، خورشید اسلام، حسن عسکری، قمر رئیس، وزیر آغا، وارث علوی، گوپی چند نارنگی، شمس ارمن فاروقی، وہاب اشرفی اور شمیم حنفی کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ انھیں کے ہم عصر ناقدین میں ایک نہایت اہم نام طاہر تونسو کا ہے۔

"تجزیے" ڈاکٹر طاہر تونسو کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ ہے جو سنگ میل پر بلی نیشنز لاہور کے زیر اہتمام 1979ء میں شائع ہوا اس کتاب میں ڈاکٹر طاہر تونسو کے پندرہ مختصر مضامین شامل ہیں۔ " تجزیے" کے مضامین تقریباتی ہیں جنہیں کانٹ چھانٹ کے بعد کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس میں ۱۰ شعری اور ۵ نثریں تجزیے شامل ہیں' 'تجزیے " کے مضامین شعرا اور نثر نگاروں کے فکر و فن کا تجزیہ کر کے ان کی موضوعات اور اسلوبیاتی پتروں کو کھولتے ہیں۔ مصنف تخلیقی عمل کا حصہ بن کر تحلیل نفسی کے ذریعے ادب پارے کے فنی اور فکری خوال کو واضح کرتا ہے۔ فن پارے اور فنکار سے ہمدردی، سادہ و شگفتہ اسلوب، منطقی اور استدلالی انداز کی بدولت شاعری اور نثر دونوں حواصلوں سے جو تجزیے سامنے آئیے ہیں وہ ڈاکٹر طاہر تونسو کو ایک بڑا انعقاد ثاربت کرتے ہیں۔ اکثر اوقات ڈاکٹر طاہر تونسو کا ایک جملہ ہی فن پارے کے فنی اور فکری خوال کو واضح کر دیتا ہے۔ اس حوالہ سے چند مثالیں درج کی جاتی ہیں: "مجید امجد اپنے غم کو پورے فنی شعور و آگہی کے ساتھ اجتماعیت عطا کرتا ہے اور پوری کائنات کو اپنے غم میں سمیٹ لیتا ہے " (طاہر تونسوی،۱۹۷۹ء، ص ۲۶) ۔ "شیر افضل جعفری اپنی غزل میں جو صنعتیں ، استعارے، تلمیحات اور علامتیں استعمال کرتے ہیں وہ سب کی سب اپنی علاقائی ثقافت کو اجاگر کرتی ہیں " (طاہر تونسوی،۱۹۷۹ء، ص ۸۵) ۔ "مرزا ادیب نے ڈرامے خاک

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی مضامین پر مشتمل اس ضخیم کتاب کے چار سو تیرہ صفحات ہیں۔اس کتاب کی اشاعت مقبول اکیڈمی لاہور نے 1992ء میں کی۔"لمحہ موجود ادب اور ادیب" ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقید میں ادب اور زندگی کے اٹوٹ رشتوں کی وضاحت کرتی ہے اور تاریخ ادب میں ایک اہم حوالہ ہے۔ اس میں تصوف، فریدیات، اقبالیات، شاعری اور نثر کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے ۳۹ مضامین، ان کے تحریر کردہ ۰۲ خاکے، ۰۳ رپوتاژ (طاہر تونسوی کے ۰۳ اسفار کی تفصیل)، ۰۵ تبصرے (کتب پر) اور افسانہ کی روایت اور جدید افسانہ کے مسائل پر ۰۳ مکالمے و مصاحبے (عرش صدیقی اور رام لعل سے انٹرویوز۔رام لعل، ڈاکٹر نیّر مسعود، عابد سہیل، ڈاکٹر صبیحہ انور اور ڈاکٹر طاہر تونسوی کے درمیان مذاکرہ) شامل ہیں۔کتاب کا ضخیم ترین حصہ ہمعصر شعری ادب پر مشتمل ہے۔اس میں تین مضامین کے علاوہ باقی سولہ مضامین شعراء کے موضوعاتی اور اسلوبیاتی مطالعوں پر مشتمل ہیں۔ان شعراء پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقیدی آراء سے ان کی اعلیٰ تنقیدی بصیرت اور بے لاگ تبصروں کا پتا چلتا ہے۔مجموعی طور پر یہ کتاب اردو ادب کے لیے ایک اہم تحقیقی و تنقیدی سرمایہ ہے۔ڈاکٹر عرش صدیقی " لمحہ موجود۔ادب اور ادیب" کے دیباچے میں قمطراز ہیں: " طاہر تونسوی کی تازہ ترین کتاب لمحہ موجود۔ ادب اور ادیب شاعری، ادب اور جمالیات اور زندگی کے بارے میں نظریات کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ زندگی میں ابدی اور اعلیٰ اقدار کی حکمرانی کے خواہاں ہیں اور ادب و شعر سے اسی حوالے سے تاثیر مانگتے ہیں۔عصر ان کے ہاں کسی بھی فرد کی پہچان کا حوالہ ضرور ہے لیکن ابدی حوالوں کے بغیر نامکمل رہتا ہے" (طاہر تونسوی، ۱۹۹۲ء، ص ۴۱)۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ "تحقیق و تنقید: منظر نامہ" 1995ء میں گورا پبلشرز نے شائع کیا۔"تحقیق و تنقید: منظر نامہ" ڈاکٹر طاہر تونسوی کے فن تحقیق و تنقید کی عظمت کا اہم ثبوت ہے۔اس تنقیدی مجموعے میں کلاسیکل شاعری، تحقیق و تنقید، مزاحمتی ادب، آپ بیتی، طنز و مزاح، جدید شاعری اور سفر نامہ کے ہیں" کے ۲۲ (بائیس) میں سے اکیس مقالات شعراء کے انفرادی اور شخصی مطالعوں پر مشتمل ہیں۔ آخری مضمون "معاصر غزل کے خدوخال" کے حوالے سے ہے۔ اس مجموعے میں میرؔ، غالبؔ، ذوقؔ جیسے کلاسیکی شعراء سے لے کر عہد جدید کے شعراء پر بڑی فنی چابکدستی اور مہارت سے قلم اُٹھایا گیا ہے۔علاقائی اور لوک شاعری کے حوالے سے سچل سرمست کی رومانوی شاعری کو موضوع بنایا گیا ہے۔لیکن کتاب کا زیادہ تر حصہ ہمعصر شعراء کے تجزیاتی مطالعوں پر مشتمل ہے۔خاص طور پر محسن نقوی، سلیم کوثر اور اجمل نیازی کے مطالعے زیادہ اہم ہیں یہ کتاب شعری ادب کا ایک طویل ارتقاء پیش کرتی ہے جس سے اردو شاعری کے بدلتے ہوئے تخلیقی رجحانات سے شناسائی ہو جاتی ہے۔ "میں غالب کو اردو شاعری اور غزل دونوں کی آبرو کہتا ہوں اور اس حوالے سے اسے ایک عہد ساز اور عہد آفریں شاعر کہ جس نے غزل کی جوئے کم آب کو بحرِ بے کراں بنا دیا" (طاہر تونسوی، ۱۹۸۹ء، ص ۳۲)۔ محسن نقوی کے بارے میں یوں گویا ہوتے ہیں: "محسن نقوی کی شاعری کا سارا تار پود محبت اور اس کے وسیلے سے پس منظر اور پیش منظر پر نمودار ہونے والے کھٹے میٹھے موسموں کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہجر و وصال اور یادِ یار مہرباں کی داستاں خوابوں کی ردا اوڑھے سکوت شام غریباں کی تصویر بن کر رہ گئی ہے" (طاہر تونسوی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۴)۔

"ہم سخن فہم ہیں" کے دیباچے میں ڈاکٹر سلیم اختر اس پہلو پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: "یہ کتاب اردو میں غزل کی کلاسیکی روایات کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ جدید نظم کے بعض اہم رجحانات کی تحلیل کا فریضہ بھی ادا کرتی ہے۔تو دوسری طرف وہ ہم عصر شعراء کے بارے میں کلمہ خیر کہنے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ اسی لئے اس نے محسن نقوی، سلیم کوثر اور اجمل نیازی کے فن کا مطالعہ بڑی لگن سے کیا ہے" (شہزاد بیگ، ۲۰۰۵ء، ص ۴۴)۔ کتاب میں شامل تنقیدی مقالات اپنی منطقی ترتیب، فکری وحدت اور تخلیقی اسلوب کے حوالے سے بھی اہم ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے مضامین کا چھٹا مجموعہ "تذکرہ کتابوں کا" مغربی پاکستان اکیڈمی لاہور نے 1996ء میں شائع کیا۔ " تذکرہ کتابوں کا" ڈاکٹر طاہر تونسوی کے ستر ۷۰ (ستر) مضامین اور تبصروں پر مشتمل مجموعہ ہے جس میں پچھتر (۷۵) سے سے زائد کتب کا تعارف و تجزیہ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر طاہر تونسوی کے "ان مضامین کا مجموعہ ہے جو اصناف ادب کے حوالے سے چھپنے والی کتابوں کی تقاریب رونمائی میں پڑھے گئے یا تبصروں کی شکل میں رسائل و اخبارات میں شائع ہوئے" (12) یہ کتاب موضوعاتی اعتبار سے شاعری، فکشن، تنقید، سفر نامہ، خاکہ نگاری، اقبالیات، جرائد اور کچھ متفرق موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں پنجابی، سرائیکی اور انگریزی کتب کے بارے میں چند تبصرے موجود ہیں۔ زیادہ تر ایسی کتب اور ادیبوں کو موضوع بنایا گیا ہے جو مضافاتی علاقوں کے غیر معروف ادباء ہیں۔ اس طرح وہ بہت سے ادباء اور شعرا کو منظر عام پر لائے ہیں جو ادب کی ایک بڑی خدمت ہے۔ "تذکرہ کتابوں کا" ایک ضخیم حوالہ جاتی کتاب کا درجہ اختیار کر گئی ہے جس سے محققین اصل مصادر کی طرف با آسانی رجوع کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب معاصر ادبی منظر نامے کا ایک اہم ماخذ ہے۔ "اس کتاب میں ستر مضامین شامل ہیں جن میں پچھتر سے زیادہ کتابوں کا تذکرہ ہے" (طاہر تونسوی، ۱۹۹۶، ص ۸)۔

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد امین اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں: "تذکرہ کتابوں کا" میں توضیحی کتابیات کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر یہ مختلف ہے۔ اسے توضیحی کتابیات نہیں کہا جا سکتا۔ توضیحی کتابیات میں صرف کتاب کے مندرجات کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ اس کے موضوعات بیان کیے جاتے ہیں یا ایک ہی موضوع پر مختلف کتابوں کے مندرجات بیان کئے جاتے ہیں اس میں مرتب کی اپنی رائے شامل نہیں ہوتی۔ تذکرہ کتابوں کا ذرا مختلف کتاب ہے۔ اس کو ہم کتابوں کا سائیکلوپیڈیا کہہ سکتے ہیں۔ ایک مختصر سائیکلوپیڈیا جس میں مصنف کی اپنی رائے شامل ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تیرہ ۱۳ تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ جدید انداز بیان لیے ہوئے ڈاکٹر طاہر تونسوی کا یہ مجموعہ مضامین موضوعاتی تنوع، ٹھوس تحقیقی مواد، تخلیقی چاشنی بھی رکھتا ہے اور معیار و توازن بھی۔ صرف ایک مضمون (پاکستان میں مزاحمتی رویے) میں ان کے لہجے کی تلخی کا احساس ہوتا ہے اور چند مضامین اختصار کے سبب تشنگی کا احساس بھی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کتاب کے دیباچے میں رقمطراز ہیں: " زیر نظر مجموعے کے مقالات کی موضوعاتی رنگارنگی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اس میں تحقیق و تنقید کے نظری مباحث بھی شامل ہیں اور عملی بھی، کلاسیکی ادب اور ادیب کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے اور ہم عصر شاعروں اور ان کے شعری مجموعوں کو بھی۔۔۔(یہ کتاب) ڈاکٹر طاہر تونسوی کی وسعت مطالعہ، مثبت انداز فکر، دلکش اسلوب اور خوبصورت پیش کش پر دلالت کرتی ہے " (طاہر تونسوی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۲، ۱۳)۔

ڈاکٹر سید عامر سہیل اپنے مضمون "تحقیق و تنقید۔ منظر نامہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقید نگاری کے تناظر میں" میں رقمطراز ہیں: " تحقیق و تنقید منظر نامہ، کے مضامین کی ایک خوبی ان کا مدلل اور ٹھوس اسلوب ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنے اسلوب کو تنقیدی موشگافیوں اور فلسفیانہ اصطلاحات کے بے جا استعمال کا ذریعہ نہیں بننے دیا اور نہ ہی خشک تحقیقی انداز اختیار کر کے بوجھل پن پیدا کیا ہے۔ بلکہ ان کے یہاں تحقیق تنقید کی رہنمائی کرتی ہے اور تنقید نے تحقیق میں تخلیقی رنگ بھر دیے ہیں۔ یہ انداز بیان جدید بھی ہے اور انوکھا بھی ان کی کتاب کے تیرہ مضامین ان کے غیر جانبدارانہ نقطہ نظر کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تحقیق و تنقید منظر نامہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی کے فن تحقیق و تنقید کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ تحقیق و تنقید منظر نامہ، عصر حاضر کی تنقیدی روایت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھی ہے " (عامر سہیل، ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۹)۔

مرتبہ متعین کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تین مضامین (جو کہ عرش صدیقی، ڈاکٹر سلیم اختر، مشتاق شباب سے متعلق ہیں) کے علاوہ باقی تمام مضامین ڈاکٹر طاہر تونسوی کے دیگر مجموعوں میں بھی چھپ چکے ہیں۔ "نیا افسانہ اور قاری" میں ان کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ افسانے کا قاری آسانی اور سہولت کے ساتھ افسانے کے بدلتے ہوئے رجحانات اور اور فکر و اسالیب سے واقف ہو سکے۔ اس کتاب نے نئے افسانے کی تفہیم کو نہ صرف آسان بنا دیا ہے بلکہ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے نہفتہ (پوشیدہ) تنقیدی جواہر کو بھی آشکار کیا ہے۔ افسانہ سے متعلق یہ ایک سنجیدہ کاوش ہے جو نہ صرف افسانہ کے تخلیقی مراحل کی پرتیں کھولتی ہے بلکہ اس سے فکشن کی تنقید کے متوازن نمونے سامنے آئے ہیں۔ ڈاکٹر اے بی اشرف " نیا افسانہ اور قاری" کے مقالات پر تبصرہ کرتے ہیں: "اِن مقالات میں ان کی شخصیت اور رویوں کا عکس بالکل نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے مقالات، مکالمات اور مباحث کو پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کلاسیکل ادب کے ساتھ ساتھ جدید تر ادب کے بھی غواص ہیں۔ انہوں نے بڑی متوازن تنقید کے نمونے پیش کئے ہیں اور افسانوں میں چھپے مفہوم کی پرتیں بڑے خوبصورت انداز میں کھولی ہیں۔ ان کی یہ کتاب نئے افسانے کے مفہوم کو قاری تک پہنچانے میں یقیناً ممد ثابت ہو گی "(اے بی اشرف، ۲۰۱۴ء، فلیپ).

"مضامین و مقالات" ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی مضامین کا نواں مجموعہ ہے جسے شمع بکس فیصل آباد نے 2014ء میں شائع کیا۔ اس تنقیدی مجموعے میں کل ۱۳ (تیرہ) مضامین (گیارہ اردو اور دو انگریزی زبان میں) شامل ہیں جنھیں پانچ عنوانات (شاعری اور سماج، ادبی مباحث، تحقیق، سرائیکی ادب، انگریزی مضامین) کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے دو مضامین میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے تناظر میں تخلیق ہونے والے مزاحمتی شعری ادب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ دوسرے مضمون میں فیض احمد فیض کی شعری کائنات کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ ادبی مباحث کے عنوان کے تحت شامل مضامین برصغیر میں سیاسی بیداری میں شعر و ادب کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں اور پاکستان کے شعر و ادب صرف کتابوں کا تعارف ہی نہیں کرایا بلکہ ان کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے "(امین، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴۹) ۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیق و تنقیدی مضامین کا ساتواں مجموعہ "افکار و تجزیات" 2002ء میں ابلاغ پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔ " افکار و تجزیات " ۱۲ (بارہ) متنوع الجہات مضامین پر مشتمل ہے جو ادب، ادبی رویوں، ادبی اقدار اور تخلیقی اظہارات کا منظر نامہ تشکیل دیتے ہیں۔ اس مجموعے میں تحقیق بھی ہے، تنقید بھی ہے، تصوف بھی ہے، اور لسانیات بھی، شاعری بھی ہے اور نثر بھی۔ میر تقی میر کو تاثراتی نقاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مسعود حسن رضوی اور جوش ملیح آبادی کے متضاد نظریات کو تقابلی تنقید کے تحت منفرد انداز میں پرکھا گیا ہے۔ "پاکستان میں غالب شناسی کی روایت" تحقیقی نوعیت کا مضمون ہے جو غالب کے محققین کے لیے خاصے کی چیز ہے۔ "سرسید شناسی" میں جریدہ "نگار" کی خدمت کو بھی موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ " ایران اور پاکستان کے مشترکہ ادبی و ثقافتی ورثے کا تناظر" بھی قومی اہمیت کا حامل مضمون ہے۔ لسانیات کے حوالے سے شامل دونوں مضامین میں ڈاکٹر صاحب نے ایک ماہر لسانیات کی طرح مدلل بحث کر کے نتائج اخذ کئے ہیں۔ انھوں نے اردو کے ارتقاء میں سرائیکی زبان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ قومی یکجہتی میں زبان کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ سرائیکی زبان کے حوالے سے شامل مضمون میں سرائیکی زبان سے ان کی وابستگی اور محبت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے ہر مضمون سے ان کی تحقیقی بصیرت اور تنقیدی شعور نمایاں ہوتا ہے۔

" نیا افسانہ اور قاری" ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اردو افسانہ، افسانہ کی روایت و مسائل اور معاصر افسانہ نگاروں پر گرانقدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب 2014ء میں القمر انٹر پرائزز لاہور نے شائع کی۔ اس میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کے ۹ (نو) تنقیدی مضامین اور تین مکالمے و مصاحبے شامل ہیں۔ اس میں معاصر کہانی کاروں (عرش صدیقی۔ ڈاکٹر سلیم اختر، منصور قیصر، عذرا اصغر، رخسانہ صولت، مشتاق شباب اور حمیدہ معین رضوی کے فکر و فن کا تجزیہ کر کے افسانہ کی روایت میں ان کا ادبی مقام و

، اقبال شناسی، افسانہ نگاری، نفسیات اور جنس، ترجمہ نگاری) کا مختلف ابواب قائم کر کے بھرپور محاکمہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب میں ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوں اور تحریروں سے انتخاب بھی پیش کیا ہے جس سے ان کے تخلیقی فن پاروں کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں ڈاکٹر سلیم اختر کے غیر مدون مضامین کا اشاریہ پیش کیا گیا ہے جس سے اس کتاب کی تحقیقی اہمیت بھی مسلم ہو گئی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر طاہر تونسوی کی محققانہ اور ناقدانہ صلاحیتوں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس تفصیل اور فنی چابکدستی سے انھوں نے اس موضوع کی پرتوں کی نقاب کشائی کی ہے اس سے ڈاکٹر سلیم اختر پر ایک بڑی سطح کا تحقیقی مقالہ وجود میں آ سکتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی کتاب "جہت ساز قلمکار۔ڈاکٹر سلیم اختر" جنوری 2003ء میں الفیصل ناشران و تاجران اردو بازار لاہور نے شائع کی۔ "جہت ساز قلمکار۔ڈاکٹر سلیم اختر" میں ڈاکٹر سلیم اختر کا کثیر الجہت محاکمہ ان کی ۱۲۵ کتب اور رسائل و اخبارات کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ مصنف نے ڈاکٹر سلیم اختر کی سوانح، شخصیت، تنقید، غالب شناسی، اقبال شناسی، افسانہ نگاری اور نفسیات کے حوالے سے بحث کر کے استدلال کے ساتھ اردو ادب میں ان کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر سلیم اختر کے تمام ادبی حوالے روشن ہو گئے ہیں۔ ا س کتاب میں عقیدت مندی بھی ہے لیکن معیار نقد متاثر نہی ہوا۔ اس کتاب میں تجزیاتی رنگ بھی ہے اور تحقیقی انداز بھی۔ مصنف اردو ادب کے ایک بڑے نام (ڈاکٹر سلیم اختر) کا مقام و مرتبہ متعین کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ ابوالامتیاز ع۔ س۔ مسلم رقمطراز ہیں: "اپنی تصنیف جہت ساز قلم کار ڈاکٹر سلیم اختر میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ان کے اندر کے مطالعے، باہر کے مشاہدات، محسوسات کے لمس اور فکر و خیال کے ادراک سے ان کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ ان کی شخصیت کی مختلف جہات ایک جیتی جاگتی متحرک پینٹنگ کی طرح سامنے آتی ہے" (شہزاد بیگ، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۸،۳۸۹)۔

میں طنز و مزاح کی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہیں۔ "پاکستانی زبانیں اور قومی یکجہتی" سرائیکی شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر کے گرد گھومتا ہے۔ یہ لسانیات کے حوالے سے بھی اہم مواد رکھتا ہے۔ "تنقیدات میر کا تجزیاتی تناظر" اور "طبع زاد کتاب کی تسوید" اس مجموعے کے زیادہ اہم مضامین ہیں جو طاہر تونسوی کے تجربہ اور تحقیقی و تنقیدی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ "مضامین و مقالات" کے مضامین ادب برائے زندگی کے تصور کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں ۔ مضمون " پاکستانی زبانیں اور قومی یکجہتی" میں مصنف کے لہجے میں تلخی کو محسوس کیا جا سکتا ہے جو ان کے عمومی اسلوب تنقید سے مطابقت نہیں رکھتی ۔ بہر حال یہ تنقیدی مجموعہ تنقیدی ادب میں اہم اضافہ ہے۔ "مضامین و مقالات" پر پروفیسر ڈاکٹر ظفر اقبال نے یوں تبصرہ کیا ہے: "یہ مجموعہ مقالات اپنے موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے بھی اہم ہے اور بیان کی طرفگی اور ندرت کے لحاظ سے بھی۔ طاہر تونسوی بنیادی طور پر محقق ہیں۔ ان کی تخلیقی کتابوں سے قطع نظر موجودہ مجموعہ مضامین کو ہی دیکھ لیا جائے، متعدد مضامین ایسے ہیں جن کی روح تحقیقی ہے۔ "تنقیدات میر کا تجزیاتی تناظر" خالص تنقیدی مضمون ہونا چاہیے، لیکن ان کی تحقیقی چیٹک (شوق، لگن) یہاں بھی باز نہیں رہی اور انھوں نے میر پر لکھے گئے تحقیقی مقالوں کی فہرست شامل کر کے تنقیدی مقالے کو تحقیق کی شان عطا کر دی ہے۔ طاہر تونسوی کے وسیع افق ذہنی نے ان کی تحقیقی اور تنقیدی دونوں جہات کو روشن کر دیا ہے۔ طاہر تونسوی کے مضامین کتابی علم پر استوار نہیں ہوتے بلکہ ان مضامین پر ان کے تجربات اور سماج جڑی ہوئی روایات کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں" (ظفر اقبال، ۲۰۱۴ء، ص ۱۲،۱۳)۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقیدی کتاب "ہم سفر بگولوں کا" سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نے 1985ء میں شائع کی۔ "ہم سفر بگولوں کا" ڈاکٹر سلیم اختر کی ادبی جہتوں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ہے۔ اس تنقیدی تصنیف کو ڈاکٹر طاہر تونسوی نے تین حصوں میں تقسیم کر کے ڈاکٹر سلیم اختر کی سوانح، شخصیت اور ان کی ادبی جہتوں (تنقید، تحقیق، ادبی تاریخ

"جہت ساز تخلیقی شخصیت۔ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم " میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنے چھ تنقیدی مضامین پیش کر کے ع۔س۔مسلم کے فکری اور فنی پہلوؤں کا جاندار تجزیہ کیا ہے۔یہ کتاب القمر انٹرپرائزز لاہور نے 2003ء میں شائع کی۔ع۔س۔مسلم کا ادبی کام متنوع جہات سے عبارت ہے۔تاہم ان کا بنیادی حوالہ حمد و نعت ہے ۔ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ان کی تمام ادبی جہتوں کا تفصیلی مطالعہ کر کے ان کے ادبی اور فنی محاسن کی بنیاد پر انہیں جہت ساز تخلیقی شخصیت قرار دیا ہے۔یہ کتاب ایک طرف ع۔س۔مسلم کے فکر و فن کی تفہیم کو آسان بناتی ہے تو دوسری طرف اس سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کا تنقیدی شعور نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔کتاب اپنے دلچسپ تخلیقی عنوانات کی وجہ سے بھی اہم ہے اور ع۔س۔مسلم کی متنوع جہات (شاعری،نثر نگاری، پنجابی شاعری اور تنقید) کے محاکمہ کی وجہ سے بھی ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

کتب پر فلیپ، تبصرے اور دیباچہ و مقدمہ نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کا تنقیدی کام وسیع بھی ہے اور وقیع بھی۔ملکی اور بین الاقوامی ادبی حلقوں میں ان کی رائے ہمیشہ قابل توجہ اور صائب رہتی ہے۔اسی سبب اس حوالے سے ان کا تنقیدی کام معیار اور مقدار دونوں اعتبارات سے اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اپنے وسیع مطالعے ژرف نگاہی، تحقیقی و تنقیدی شعور اور ادبی فعالیت کے سبب اس ضمن میں ایک بلند معیار کو قائم رکھا ہے۔وہ ادب پارے اور ادیب کے بارے میں جچی تلی، واضح، مدلل اور دوٹوک رائے دیتے ہیں اور کتب کی اسلوبیاتی اور موضوعاتی معنویت قاری پر واضح کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔موضوعاتی تنوع، استدلال، سادگی، جامعیت، اختصار، توازن اور ادیب سے ہمدردی ان کے دیباچوں، مقدمات، فلیپوں اور تبصروں کے اسلوب کے اہم خواص ہیں۔اس طرح بقول پروفیسر عذرا بتول: "ڈاکٹر طاہر تونسوی ایسے نرم دل اور ہمدرد نقاد کے روپ میں ملتے ہیں جو مصنف اور قاری دونوں کو بے جا تعریف و تحسین کے گمراہ کن راستے پر لے جانے کی بجائے ایک ایسی صاف اور واضح شاہراہ پر لے آتے ہیں

" جہت ساز دانشور۔ڈاکٹر عرش صدیقی"نامور ادیب ڈاکٹر عرش صدیقی کی سوانح، شخصیت، نظم، غزل، افسانہ نگاری، دوہا نگاری، تنقید اور پنجابی شاعری کا بھرپور محاکمہ ہے۔ڈاکٹر طاہر تونسوی کی یہ تنقیدی کتاب 2003ء میں الفیصل ناشران و تاجران لاہور نے شائع کی۔آٹھ عنوانات کے تحت مصنف نے عرش صدیقی کی ادبی جہات کو ان کی نمائندہ تخلیقات اور نامور ادباء کی آراء کی روشنی میں پیش کر کے عرش صدیقی کو ایک جہت ساز دانشور قرار دیا ہے۔کتاب میں تحقیق و تنقید کے ڈانڈے ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔تفہیم عرش کے حوالہ سے یہ کتاب ایک بیش قیمت ادبی سرمایہ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور ادبی شخصیات پر ہونے والے تحقیقی و تنقیدی کام میں اضافہ بھی ہے۔

" وہ میرا محسن وہ تیرا شاعر" ادبیات اردو کے معروف و نامور شاعر محسن نقوی کے فکر و فن اور شخصیت کو منظرِ عام پر لانے کی ایک اہم اور کامیاب کوشش ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن سطور پبلیکیشنز ملتان نے 1997ء میں شائع کیا۔موضوع سے متعلق مصنف کے چھ تنقیدی مضامین محسن نقوی کے کلام سے انتخاب اور مکتوبات محسن نقوی بنام ڈاکٹر طاہر تونسوی اس کتاب کے بنیادی حصے ہیں۔ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اس کاوش نے ایک طرف محسن نقوی کی شعری کائنات کے سارے رنگ واضح کر دیے ہیں تو دوسری طرف ان کی زندگی اور شخصیت کے کئی نہاں گوشے ادبی منظر نامے کا حصہ بنا دیے ہیں۔محسن نقوی کے حوالے سے یہ کتاب ایک بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔یہ کتاب اس لئے بھی اہم ہے کہ یہ محسن نقوی کے فکر و فن کی تفہیم کے لئے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔اس حوالے سے اصغر ندیم سید لکھتے ہیں کہ: " محسن نقوی کی شاعری اور شخصیت کی نشوونما کے سب سے معتبر گواہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ہیں۔ان کی شاعری کے سفر میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کو ہمراہی کا موقع مل چکا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ محسن کے استعارے، تلازمے اور شعری طرزِ احساس کے مرکزی حوالے کون کون سے ہیں اور کن اثرات سے محسن کی شاعری نے فیض حاصل کیا" (اصغر ندیم،۱۹۹۷ء،فلیپ)۔

جہاں سے مصنف کو اپنی منزل کے نقوش واضح نظر آنے لگتے ہیں اور قاری بھی تصنیف کے باطن میں جھانک کر اس سے مسرت حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے"(عذرابتول، ۲۰۰۰، ص ۱۰۲) ۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی زمانہ طالب علمی سے لے کر لحہ موجود تک ایک متحرک اور فعال ادبی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے مضامین و مقالات اور تبصرے ملک اور بیرون ملک کے اہم ادبی جرائد و رسائل اور اخبارات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے یہ تحقیقی و تنقیدی مضامین ادبیاتِ اردو کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہیں کیونکہ یہ ان کی نصف صدی کی ریاضت کا ثمر ہے دو چار برس کی بات نہیں ہے۔ مستقبل کے ادباء اور محققین کے لیے یہ ایک اہم ادبی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک اور بیرون ملک ڈاکٹر طاہر تونسوی کی نقدِ ادب کے حوالے سے خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذیل میں چند دانشوروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

پروفیسر علیم اللہ حالی

"پاکستان میں ادھر دو دہائیوں میں تنقید کے حوالے سے جو چند شخصیتوں نے وقار و اعتبار حاصل کیا ہے، ان میں طاہر تونسوی نمایاں ہیں۔ ان کی شہرت و مقبولیت میں جہاں ان کے مطالعے کی کثرت اور تجربات کے امور میں ان کے تقابلی طریق کار کو دخل ہے وہاں دو اور ایسی خصوصیات ہیں جو بالعموم بہت کم دیکھی جاتی ہیں۔ اول تو یہ کہ ان پر بڑے ناموں کے رعب کا کوئی اثر نہیں ملتا۔ وہ تنقیدی اصول اور تفہیم فن کے سلسلے میں بڑی سے بڑی شخصیت سے اختلاف کرنے کی جرأت رکھتے ہیں، تکلف، مفاہمت اور رعایت جیسی باتیں ان کے یہاں بے معنی ہیں۔ دوم یہ کہ انھوں نے تنقیدی لہجے کے عمومی اور روایتی بوجھل پن کو شگفتگی عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے شگفتہ اسلوب سے اس صنف ادب سے گریز کی بجائے دلکشی اور دل بستگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی فتوحات میں اس نقطے کو خصوصی اہمیت حاصل ہے" (عاشق خان، ۲۰۱۴ء، فلیپ) ۔

رام لعل

"ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقید، تجزیے اور تبصرے کی حدوں کو پار کرتی ہوئی ایک نئے انداز کے ادبی مطالعوں کا سالطف پیدا کر دیتی ہے اور زیرِ بحث تخلیق کاروں کو سمجھنے اور ان کی تخلیقات کے نئے معنی دریافت کرنے میں معاون بن جاتی ہے "(طاہر تونسوی، لاہور، ۲۰۰۲ء، فلیپ از رام لعل) ۔

ڈاکٹر انیس اشفاق

"ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تنقیدی تجزیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مضامین میں الفاظ و اصطلاحات کی تکرار نظر نہیں آتی۔ وہ سادہ اور سلیس زبان استعمال کرتے ہیں اور ان میں وہ پیچیدگی اور ابہام نہیں جو اکثر مفہوم سے عاری ہوتا ہے"(طاہر تونسوی، لاہور، ۲۰۰۲ء ،فلیپ از انیس اشفاق)۔

ڈاکٹر شارب ردولوی

"طاہر تونسوی ایک اچھے سکالر اور صاحب نظر محقق و نقاد ہیں۔ انھوں نے تحقیق و تنقید کے جو کام کئے ہیں اور ان میں جس اعلیٰ معیار کو قائم رکھا ان کا اعتراف نہ کیا جانا ادبی بد دیانتی ہے۔ اردو تنقید میں جو چند نام ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں طاہر تونسوی کا نام بہت نمایاں ہے " (طاہر تونسوی، لاہور، ۲۰۰۲ء، فلیپ از شارب ردولوی) ۔

سید ضمیر جعفری

"ڈاکٹر طاہر تونسوی تحریر تونس کی مٹی کے خواص رکھتی ہے۔ وہی صلاحیت، وہی سادگی، وہی شادابی، انتقادی تحریروں میں ایسی نہال اور بے حال کر دینے والی تخلیقی چاشنی بہت کم ملتی ہے " (عاشق خان، ۲۰۱۴ء، ص ۷۵) ۔

پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال

"مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ان (ڈاکٹر طاہر تونسوی) کے اندر ایک اچھے محقق اور نقاد کے تمام امکانات موجود ہیں۔ وہ بیک وقت اردو کے کلاسیکی اور جدید ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہیں اپنی بات کو واضح، دوٹوک اور قطعی انداز میں کہنے کا سلیقہ آتا

ہے۔ یہ اُن کے مزاج کا خاصہ ہی ہے جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں ابہام یا الجھاؤ پیدا نہیں ہوتا، ان کے اسلوب میں رواں دواں سہولت اظہار کی فراوانی ہے ۔ موضوعات کا تنوع بھی اُن کے یہاں دیکھا جاسکتا ہے" (نجیب جمال،۱۹۹۶ء، ص ۳۴۸).

ڈاکٹر رشید امجد

"ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنی شخصیت کی طرح لکھنے کے میدان میں بھی ہمہ جہت ہیں۔ تخلیق، تنقید اور تحقیق میں ان کے کارہائے نمایاں اب کئی مقالات پر حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ انہیں بات کرنے کا ڈھنگ آتا ہے ۔ ادق قسم کے اسلوب کے بجائے انھوں نے اپنی تنقید میں ایک ملائم اسلوب استعال کیا ہے۔ وہ ایک سنجیدہ نقاد ہیں" (طاہر تونسوی، لاہور، ۲۰۱۴ء، فلیپ) ۔

ڈاکٹر انوار احمد

"علم و ادب اور تحقیق کی دنیا میں ایک مضطرب اور ہمہ وقت مصروف وجود کا نام ڈاکٹر طاہر تونسوی ہے۔ وہ نہ صرف خود متحرک ہیں بلکہ اپنے ارد گرد بھی ہلچل پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ اردو اور سرائیکی زبان کے نامور محقق و نقاد ہیں" (طاہر تونسوی، ۲۰۱۱ء، فلیپ از انوار احمد) ۔

ڈاکٹر سلیم اختر

"ڈاکٹر طاہر تونسوی کی شخصیت میں ایک خوش فکر شاعر، تجزیاتی نگاہ رکھنے والے نقاد اور فراہمی مواد کے لئے جستجو کرنے والے محقق کی خصوصیات اس خوبی سے جمع ہوگئی ہیں کہ ایک خصوصیت کو دوسری سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے دنیائے ادب میں جو ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے تو یہ نہ تو "کسی" کی عطا تھی اور نہ ہی پبلک ریلیشنگ کے باعث تھا بلکہ یہ تو ادب و نقد سے اس کے والہانہ شغف، مسلسل محنت اور لگن کا ثمرہ ہے" (طاہر تونسوی، ۱۹۸۵ء، فلیپ از سلیم اختر) ۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی ذات منفرد شوقِ تحقیق کی حامل تھی۔ انھوں نے اُردو اور اپنی مادری زبان سرائیکی میں بھرپور تحقیقی جواہر پارے تخلیق کیے۔ اپنے ہم عصر محققین میں اُن کا انتخاب، تدوین اور تجزیہ لائق تحسین کام رہا ہے۔ ادبی ذوق اگر ودیعت تصور کیا جائے تو انھیں خالق کائنات نے یہ صلاحیت بدرجہ ہا اتم عطا کی تھی۔ اُن کا تنقیدی شعور گہرائی و گیرائی کا عکاس ہے۔ انھوں نے افسانے کو دقیق نظری سے پرکھا اور اپنا انتخاب قارئین کی نذر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی ذات ایک دبستانِ تنقید کا درجہ رکھتی ہے۔ انھوں نے اپنے معاصرین کو متاثر بھی کیا ادبی خدمت میں مسابقت پر اکسایا بھی۔ اُن کا اسلوب اور متنوع موضوعات پر دسترس انھیں دیگر مدونین، محققین اور ناقدین سے ممتاز کرتا ہے۔ بہت کم افراد کے نصیب میں ہوتا ہے کہ اُن کے عہد میں اُن کے معاصرین اُن کے کام کو سراہیں۔ اس لحاظ سے انھیں یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انھوں نے اپنے کام کو کتابی شکل میں پیش کیا۔ اُن کے تجزیات دقت کی بجائے حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ زندگی کے جذبات و احساسات کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے عہد کے حساس تخلیق کاروں کی روح تک رسائی حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقیدی نگارشات کے تفصیلی تجزیاتی مطالعہ سے ان کی تنقیدات کا جو موضوعاتی اور اسلوبیاتی منظر نامہ تشکیل پاتا ہے اسے اجمالی طور پر دیکھا جائے تو ان کے ہاں زندگی اور ادب ایک ہی چوراہے پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ زندگی کو ابدی اقدار کے ساتھ تر و تازہ دیکھنے کی آرزو ہی ان کے تحسین فن کی بنیاد ہے۔ ادب ان کے نزدیک ایک عظیم تہذیبی آدرش ہے۔ انھوں نے آفاقی اقدار کے تناظر میں ادب، زندگی اور فنکار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ادب پارے کا تجزیہ کرتے وقت روح عصر کو مدِ نظر رکھتے ہیں اور سیاسی سماجی اور تہذیبی عوامل کو نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ اپنی تنقید میں ادب اور سماجی زندگی کے گہرے رشتے تلاش کرتے ہیں۔ ترقی پسندی کی واضح جھلک بھی ان کی تنقید میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقید متنوع موضوعات کی ایسی کہکشاں ہے جس میں ادبیاتِ اردو کے پورے منظر نامے کو روشن اور منور دیکھا جاسکتا ہے ۔ نظم و نثر کی تمام اصناف کے ساتھ ساتھ تاریخ، لسانیات، ادبی صورتِ حال، شخصی تجزیات، معاصر تنقید، تحقیق، خاکہ نگاری، کالم

کھلتی ہیں اور تحریر میں جاذبیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان عنوانات کے تحت عموماً شعریت کے ساتھ شاعر کے فکر و احساس کے کسی خاص گوشے کو روشن کیا جاتا ہے۔ ان کے عناوین، خیالات کی ندرت کا مظہر ہوتے ہیں۔

ان کی تنقیدی تحریریں غیر ضروری اور بوجھل اصطلاحات سے پاک ہیں۔ وہ نہ تو فلسفیانہ اسلوب اختیار کر کے قاری کو مرعوب کرتے ہیں اور نہ ہی تصنع، بناوٹ، یا لفاظی سے اپنی تحریر کے حسن کو معدوم کرتے ہیں بلکہ وہ سادگی، سلاست روی اور روزمرہ کی عام فہم زبان سے اپنی تنقیدی تحریروں کو دلچسپ، تازہ اور شگفتہ بناتے ہیں۔

وہ ادب اور نقدِ ادب میں قاری اور ابلاغ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں کیونکہ ادب پارے میں ابلاغ کی صلاحیت اسے امکانات کی وسعتوں میں لے جاتی ہے۔ وہ علامت کی اہمیت کے قائل ہیں کہ ان کے استعمال سے بڑا حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ بے جا علامت نگاری اور نام نہاد تجریدیت کو درست خیال نہیں کرتے کہ اس سے ادب پارے کی روح اور اس کے تارپود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔ ان کے یہاں فن پارہ اور فنکار کے لیے ہمدردانہ رویہ ملتا ہے۔ ان کے نزدیک تخلیق کا عمل اہم ہے اور اسے رُکنا نہیں چاہیے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنی تنقیدی آراء کے اظہار کے سلسلہ میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے۔ وہ آزادی اور غیر جانبداری سے بڑے بڑے ناموں کی تحریروں کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے ہچکچاتے نہیں ہیں۔ ان کی تنقید ہر قسم کے تعصب سے پاک اور بے لاگ ہوتی ہے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے سید زوار حسین انہیں "نعل در آتش محقق و نقاد" قرار دیتے ہیں۔ اور ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق وہ حق گوئی و بے باکی کی عملی تصویر ہیں یہی نہیں بلکہ حرفِ صداقت کے احترام کی خاطر تو وہ بھڑوں کے چھتوں پر ہاتھ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ان کی تنقید کا ایک اہم وصف ان کا منطقی ربط اور استدلال ہے۔ وہ کوئی بات بغیر دلیل یا حوالے کے نہیں کرتے اور ہر جگہ اپنی بات کی تائید میں مثال ضرور پیش کرتے ہیں۔ وہ حوالے کے اقتباسات نگاری، اقبالیات، فریدیات، غالبیات سمیت ہر جہتِ ادب یہاں موجود ملے گی۔ پھر قدیم و جدید ہر دور کے تخلیق کار ایک ساتھ ملتے ہیں۔ انھوں نے نامور ادباء کو بھی موضوع بنایا ہے لیکن ان کی تنقیدات کا مرکز و محور ہمعصر ہیں اور وہ بھی ایسے قلمکار جو ادبی مراکز سے دور نقادان ادب کی نظروں سے اوجھل اور اعتراف و ستائش سے محروم رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے قلم نے ایسے بہت سے قلمکاروں کو ادبی منظر نامے سے روشناس کر دیا۔ یہ ادب کی ایک بڑی خدمت اور علاقائی ادبا کے لیے ادبی تحرک (Motivation) کا باعث ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کسی ایک دبستان تنقید کے پیرو نہیں۔ وہ اپنی تنقیدات میں مختلف تنقیدی دبستانوں سے استفادے کا رجحان رکھتے ہیں۔ اور ادب پارے کو پرکھتے وقت اس دبستان کا ادب پارے پر اطلاق کرتے ہیں جس کا وہ تقاضا کرتا ہے۔ اس طرح فن پارے کی مخفی اور نہاں پرتیں قاری پر کھلتی چلی جاتی ہیں۔ ان کے ہاں جمالیاتی، تاثراتی، نفسیاتی اور ترقی پسند تنقید سے استفادے کا رجحان نسبتاً زیادہ ہے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ادیب کی زندگی، اس کی نفسیات، عمرانی و تاریخی اثرات اور رومانی و جمالیاتی پہلوؤں کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عرش صدیقی انہیں امتزاجی دبستان تنقید کا علمبردار اور ڈاکٹر محمد علی صدیقی انہیں سماجیاتی دبستانِ تنقید کا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ نفسیاتی حوالے سے وہ ادیب (شاعر یا نثر نگار) کے تخلیقی عمل کی بازآفرینی کر کے اس کے عملِ تخلیق کا حصہ بن جاتے ہیں اور تحلیلِ نفسی کے ذریعے ادب پارہ کی موضوعاتی اور اسلوبیاتی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔ اس طرح ڈاکٹر طاہر تونسوی کے یہاں مختلف تنقیدی دبستانوں کی مثبت قدریں، ایک نئے تنقیدی دبستان کی بناڈالتی نظر آتی ہیں۔

معنی خیز اور دلکش عناوین ان کے منفرد اسلوب تنقید کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے یہ عناوین ادباء کے فکر و اسلوب کے متعلق بنیادی اور کلیدی نکات کی نشاندہی کر دیتے ہیں اور پھر ان کی پوری تنقید انہی نکات کی وضاحت کرتی ہے اس طرح ادب پارے کی پرتیں بھی

بڑے برمحل پیش کرتے ہیں جس سے ان کی تنقید زیادہ باوزن ہو جاتی ہے۔ ان کی تنقید اعتدال و توازن کی عمدہ مثالیں بھی پیش کرتی ہے۔ وہ حسن تخیل بھی رکھتے ہیں اور الفاظ پر قدرت بھی۔ مترادفات کی تکرار، محاوروں کا برمحل استعمال اور فقروں کی بنت ان کی تحریر کے اوصاف ہیں۔

ان کے ہاں تحقیق و تنقید کی یکجائی کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ تحقیق، تنقید اور تجزیے کا خوبصورت امتزاج بھی ان کی تنقید کا ایک اہم وصف ہے۔ وہ تحقیق اور تنقید کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ ان کا تجزیاتی انداز معروضی نتائج تک آسانی سے رسائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی اپنے مقالوں کا آغاز متعلقہ موضوع پر اشعار، ناقد کے قول، یک سطری جملے سے اور کبھی تمثیلی تشبیہی انداز سے اور کبھی کوئی مفروضہ قائم کر کے اسے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحاریر اپنے اندر کہانیوں کی سی دلچسپی رکھتی ہیں۔

اہم نکات:

1۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تنقید میں تحقیق و تنقید کی خوش آئند آمیزش ہے۔

2۔ انھوں نے اپنے تجزیات میں معروضیت کو قائم رکھا ہے۔

3۔ انھوں نے تنقیدی مضامین میں تجسس پیدا کیا ہے تاکہ قاری کی توجہ مبذول رہے۔

4۔ برعظیم پاک و ہند میں وسیع المطالعہ نقاد کے حوالے سے اپنے ہم عصر ناقدین میں نمایاں ہیں۔

نتیجہ:

مجموعی طور پر انھوں نے تنقید کے نظری مباحث اور عملی تنقید کا ایک بہت بڑا سرمایہ ادبی منظر نامے کا حصہ بنایا ہے جس کی فہرست کا سرسری مطالعہ انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ انھوں نے جو کچھ پیش کیا ہے گہرے غور و فکر کے بعد پیش کیا ہے۔ ان کی تنقید میں مشرق و مغرب کے اندازِ نقد کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ انھوں نے مشرقی تنقیدی اصطلاحات (معانی و بیان / اسلوبیات) سے اچھا خاصا کام لیا ہے۔ ہمعصر شعراء اور ادباء کے فن پاروں کی تفہیم کے لیے ان کی تنقید ایک بڑے معاون کا کام دیتی ہے۔ ان کے جمالیاتی ذوق کی بلندی ہر جگہ جلوہ افروز ہے اور ان کی تحریروں میں شعری بانکپن گنگناتا ہوا جلوہ آراء ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں وسعت و گہرائی ہے۔ انھوں نے اردو، سرائیکی اور پنجابی ادبیات کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے جس سے ان کے فکر و نظر میں وسعت و جامعیت پیدا ہو گئی ہے۔ ان کے تنقیدی کارنامے اردو تنقید کی روایت میں ایک گرانقدر اور بیش قیمت سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی تنقیدی بصیرت، تحقیقی اپج، موضوعاتی تنوع اور وسیع مطالعہ نے ان کی تنقید کو ایسے بلند مقام پر فائز کر دیا ہے جس پر برصغیر پاک و ہند میں ان کے ہمعصروں میں چند نقاد ہی فائز ہوئے ہیں۔

حوالہ جات:

شہزاد بیگ (مرتب)، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، (فیصل آباد: اکائی پبلشرز، ۲۰۰۵ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مطالعہ فیض کے ماخذات، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۱ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تذکرہ کتابوں کا، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، لمحہ موجود۔ ادب اور ادیب، (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۲ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، نیا افسانہ اور قاری، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۴ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر (مرتب)، طنز و مزاح تاریخ۔ تنقید۔ انتخاب، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، افکار و تجزیات، (لاہور: ابلاغ پبلشرز، ۲۰۰۲ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تحقیق و تنقید۔ منظر نامہ، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مضامین و مقالات، (فیصل آباد: شمع بکس، ۲۰۱۴ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، وہ میرا محسن وہ تیرا شاعر، (ملتان: سطور پبلی کیشنز، طبع اول، ۱۹۹۷ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، نیا افسانہ اور قاری، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۴ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، ہم سخن فہم ہیں، (لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۸۹ء)

طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تجزیے، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء)

عاشق خان، ڈاکٹر محمد، اردو تنقید کے فروغ میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کی خدمات، (انڈیا: ارم پبلشنگ ہاؤس دریاپور پٹنہ ۴، ۲۰۱۴ء)